سخنان منثرّ و منثور

مرسل اعظمؐ کے عہد عدالت مہد ہی سے یہود و نصاریٰ اسلام کو ختم کر دینے کے در پے ہیں۔ زمانہ گذر گیا ان کو یہی کرتے ہوئے جب کچھ بس نہ چلا تو پھر دین اسلام کے خلاف طرح طرح کی سازشیں شروع کیں۔ اسلامی لباس میں آ کر مسلمانوں کو گمراہ کرنے لگے۔ کبھی طاقت کا سہارا دے کر اور کبھی دولت فراہم کر کے اسلام کے نام پر حکمرانی کرنے والوں نیز مسلمانوں کو صراط مستقیم سے ہٹانے اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف و انتشار پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے، نتیجے میں حکمرانوں اور مسلمانوں کے کارناموں اور حکومت کے ہاتھوں بکے ہوئے علماء کی تحریر و تقریر کی وجہ سے رسولؐ اسلام کی معصومانہ و حکیمانہ صورت مدھم اور اسلام کی تصویر بگڑی نظر آنے لگی۔ ساتھ ہی مسیحیوں کا جذبہ حاکمیت و توسیع اقتدار بھی حصول شباب میں بیتاب تھا جس کے لئے انھیں اپنے سازشی نظام سے کافی مدد ملی پھر بس انھوں نے لڑاؤ اور حکومت کرو پر عمل کیا۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس طرح انھوں نے دنیا کے کتنے بڑے حصے پر قبضہ کر لیا۔ ہندوستان کو لیجئے جہاں مسیحی، ملکہ الزبتھ اول کے زمانے میں تجارت کی غرض سے آئے تھے اور مشرقی ہند میں ''ایسٹ انڈیا کمپنی'' کے نام سے تجارتی ادارہ بادشاہ ہند کی جی حضوری میں قائم کیا تھا وہی تجارتی کمپنی ایک دن حکومت میں بدل گئی اور ہندوستان انگریزوں کا غلام ہو گیا۔ مگر یہ سب ایسے ہی نہیں ہو گیا بلکہ بادشاہوں، وزیروں، راجاؤں، رئیسوں اور سپاہیوں کے آپسی اختلافات سے آہستہ آہستہ انھوں نے استفادہ کیا اور جہاں جہاں ممکن ہوا پھوٹ ڈال کر فائدہ اٹھایا ساتھ ہی ہندو و مسلم علماء و شعراء کو خریدنا شروع کر دیا تاکہ وہ مذہبی تقریریں کر کے ان کا صفایا نہ کر دیں اس طرح پہلے چھوٹے سے علاقہ پر قابض ہوئے اور رفتہ رفتہ وہ پورے ہندوستان کے مالک ہو گئے۔ مالک ہونے کے بعد ان کے سامنے حکومت انگلیشیہ کی حفاظت و پائداری کا مسئلہ سب سے اہم تھا۔ اس سلسلے میں انھیں بڑے جتن کرنے پڑے۔ بادشاہ، ملک میں ایک تھا اس کے رشتے دار سیکڑوں، صوبہ میں نواب ایک، علاقہ میں راجہ ایک، محلے میں رئیس ایک لیکن ان کے اقرباء سیکڑوں ہوتے تھے اور ان کے بیچ نابرابری و ناانصافی کی فضا ہوتی تھی۔ وہ ایک کے سیکڑوں کو دشمن بنائے ہوتی تھی۔ ہندوؤں کے ذہنوں میں یہ بات راسخ کر دی گئی تھی کہ یہ ایشور کی کِرپا ہے جو انگریزوں کو اس نے حکومت دی اور مسلمانوں کا ہم پر سے تسلط ختم ہوا اور مسلمانوں کو ہندوؤں سے متنفر کیا جانے لگا جس کا ایک نمونہ ہنومان گڑھی کا قضیہ تھا جس کے لئے امیر علی امیٹھوی کو جہاد کے لئے تیار کر دیا اور دوسری طرف ہندوؤں کو مندر کی حفاظت کے لئے مدد دے دی۔ آخر کار امیر علی امیٹھوی قتل ہوئے اور ہندو مسلم فساد کی فضا سازگار کر دی گئی۔ ساتھ ہی بابری مسجد کا مسئلہ ہندوؤں کی طرف سے اٹھوا دیا اور اسے رام جنم بھومی بتا کر اور کتابوں میں لکھوا کر اہل ہنود کے دل میں اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے نفرت پیدا کرنی شروع کر دی جس کا انگریزوں نے کافی عرصہ تک فائدہ اٹھایا اور پھر کانگریس نے کچھ اور بی۔ جے۔ پی۔ نے تو جی بھر کے استفادہ کیا مگر ان سب کے استفادہ ہی نے پورے ہندوستان کو آتشکدہ بنا دیا جس کا گجرات ایک بڑا نمونہ ہے۔

اودھ اور دکن میں چونکہ شیعہ حکومتیں تھیں اور غیر منقسم پورے ہندوستان میں شیعہ مہاراجہ، راجہ، رئیس اور زمیندار تھے اور سنی تو ہندوستان کا بادشاہ ہی تھا باقی تمام طرح کے مناصب جلیلہ سنیوں کے پاس تھے لہٰذا ان دونوں اسلامی فرقوں میں تفرقہ پھیلانا ضروری تھا اور دونوں ہی کے علماء و شعراء کو بھی اپنے حق میں کرنا ضروری تھا ورنہ مذہبی اختلاف و فساد ممکن نہیں تھا لہٰذا دونوں فرقوں کے دولت و ثروت، جاہ و منصب کے بھوکے علماء و شعراء کو اپنی مجربہ حکمت عملی سے خریدنا شروع کر دیا۔ اور جب دونوں طرف کے علماء ہاتھ لگ گئے تو پھر نزاعی کتابیں لکھوانا شروع کر دیں۔ چونکہ محیی الملۃ مجدد الشریعۃ بحر العلوم آیۃ اللہ العظمیٰ سید دلدار علی نقوی غفران مآب علیہ الرحمۃ و الرضوان نے ہندوستان میں شیعوں کی بحیثیت قوم تشکیل کی تھی اور صوفیت و اخباریت کو شکست دے کر شیعہ مذہب اور فقہ جعفری کو رائج فرمایا تھا اور اسی سیاست علوی

وروشِ محمدی سے ہندوستان میں مسیحیوں کو خطرہ لاحق ہوا لہٰذا بڑے پر چار وَ پرسار کے ساتھ تحفۂ اثنا عشریہ کی تالیف شروع کروادی جس کا جواب دینا حضرت غفران مآبؒ اور ان کے فرزندان وتلامذہ پر واجب تھا جو خاندان اجتہاد اور ان کے تلامذہ نے بڑے سلیقے اور شرافت کے ساتھ دینا شروع کیا بس یہیں پر انگریزوں نے شیعوں سے بھی سوءِ استفادہ کیا اور غفران مآبؒ کے ایک تلمیذ فقیہ کو مزاج میں جاہ پسندی دیکھ کر ان سے تھوڑی قربت اختیار کی اور غفران مآبؒ کے بعد ان کو اور اعلم عالم بحر العلوم سید العلماء آیۃ اللہ العظمیٰ سید حسین نقوی علیین مکان (قبلہ وکعبہ میرن صاحب) ابن حضرت غفران مآبؒ کے شاگردِ فقیہ کو اودھ سے میرٹھ اٹھا لے گئے اور ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے مفتی بنا دیا۔ غفران مآبؒ کے شاگرد تو اپنی جاہ پسندی کی وجہ سے وہیں رہ گئے لیکن سید العلماء کے شاگرد اپنے ضمیر کا سودا نہ کر سکے اور لکھنؤ واپس آ گئے۔ خاندان اجتہاد اور اس کے زیر اثر بیشتر تلامذۂ علماء انگریزوں کے مخالف تھے جس کا ثبوت یہ ہے کہ جب سلطان عالم واجد علی شاہ بادشاہ اودھ قید کر لئے گئے اور لکھنؤ پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا تو ایسی حالت میں کوئی بھی نواب کے اہل خانوادہ سے ملنے سے بھی کتراتا تھا۔ مرجع تقلید جہان تشیع آیۃ اللہ العظمیٰ سلطان العلماء مولانا سید محمد نقوی رضوان مآبؒ نے ایک ہنگامی جلسہ کر کے نواب کے فرزند کے سر پر تاج ریاست رکھ ہی دیا۔ فقہاء وعلماء خاندان اجتہاد نے انگریزوں کی کھل کر اور ڈٹ کر مخالفت کی جس کی وجہ سے انھیں کافی عرصہ کے لئے شہر بدر ہونا پڑا۔ بیشتر گھر تباہ وبرباد کر دیئے گئے، سارا مال واسباب لوٹ لیا گیا۔ جب انگریزوں کا جذبۂ قتل وغارتگری کچھ ہلکا پڑا تو فقہاء وعلماء پھر لکھنؤ واپس آئے اور پھر تبلیغ اسلام وقرآن میں مصروف ہو گئے مگر ہمیشہ انگریزوں کی نظر میں کھٹکتے رہے۔ اس ماحول میں بھی ایسٹ انڈیا کمپنی کے مفتی کے فرزند اپنے والد کی نزاعی کتابیں ترتیب دے دے کر چھپوانے لگے ساتھ ہی بے حد سخت لہجے میں کتابیں بھی تصنیف فرمانے لگے۔ موصوف کے بعد ان کے فرزند اور میرٹھ سے واپس آئے مفتی صاحب کے جانشین کو شیعوں کا مقلَّد ہوتے ہوئے انگریزوں نے اپنا مقلِد بنا لیا اور ان کو حکومت انگلیشیہ کی فرماں برداری وبہی خواہی کے سلسلے میں شمس العلماء کے لقب سے نوازا گیا۔ لقب ملنے کے کئی مہینے تک ہندوستان بھر کے اخبار ورسائل میں حکومت ہی کے اشارے پر تہنیت نامے چھپتے رہے وہ صرف اس لئے کہ ملت اب الوداع پڑھ لے۔ اب یہ صرف حکومت کے ہیں چنانچہ دونوں شمس العلماء نے تبرّا ایجیٹیشن شروع کر کے پورے ہندوستان میں آگ لگا دی جیسا کہ میں نے لکھا ہے کہ دونوں طرف کے علماء خریدے جاتے رہے اور ان کے گلے میں حکومتی قلادۂ بیعت ڈال کے اپنے مقاصد کی تکمیل اور حکومت کی زبان وقلم سے تعریف وتوصیف کرنے کے لئے دنیا کی آسائش فراہم کر کے چھوڑ دیا جاتا تھا چنانچہ مولوی عبد الشکور اور ان جیسوں کو خریدا گیا اور ان سے مدح صحابہ، شیعوں اور شیعوں کے عقائد پر حملوں کے ساتھ شروع کروایا گیا۔ اب کیا تھا ہندوستان میں شیعہ سنی فساد پھوٹ پڑا، جانیں گئیں، کتب خانے جلے، مال ومتاع لُٹا، گھر تباہ وبرباد ہوئے اور اس طرح زرخرید مولویوں نے حکومتی مقاصد کی تکمیل کی۔ اب شمس العلماء حضرات کو تبرّا ایجیٹیشن کو زندہ رکھنا تھا لہٰذا اپنے تلامذہ سے منبر کا سوءِ استفادہ کروایا اور پھر نمائندہ تلامذہ کے نمائندہ شاگردوں نے اس نزاعی تحریک کو ہمیشہ کے لئے زندہ رکھنے کے لئے اور تبرا ایجیٹیشن کے مفہوم کو زندہ رکھنے کے لئے دینیات کے نصاب میں فروعِ دین کو چھ کے بجائے صرف ''تبرّا'' کو جگہ دینے کے لئے دس کر دیا۔ اور اس طرح سے ہند وپاک کے شیعہ اذہان کو ہمیشہ کے لئے نزاع وفساد کے قصر میں قید کر کے عالمی سطح پر یہود ونصاریٰ کی سیاست کو بھاری تقویت پہنچا دی گئی۔ اگرچہ یہ بات ہر شیعہ کے دل ودماغ میں رچی بسی تھی کہ: ''بے حب اہلبیتؑ عبادت حرام ہے'' مگر پھر بھی مذکورہ امر سوچی سمجھی سازش کے تحت انجام دینا پڑا۔ اور آج بھی دونوں فرقوں کے کچھ علماء بی۔ جے۔ پی۔ کے اشارے پر، کچھ حکومت وقت کے اشارے پر اور کچھ امریکہ اور برطانیہ کے اشارے پر قوم کو فتنہ وفساد کی آگ میں جھونک کر دنیاوی فوائد کی تحصیل میں مست وسرشار ہیں۔ اے کاش انھیں عقل سلیم مل جاتی۔

(ادارہ)